یہودیت میں قوانین جنگ کا بائبلی صحائف سے استشہاد

ڈاکٹر تنویر قاسم اسسٹنٹ پروفیسر *
ڈاکٹر زاہد لطیف اسسٹنٹ پروفیسر **

Abstract

The history of the world is full of horrible as well as bloody wars and encounters. At one place, the objectives of the wars were only domination of the land or personal interests and at the other, These were fought for peace, settlement or to uplift the word of ALLAH instead of causing disorder in the land. The concept of war is there in all the religions of the world. Rules of warfare are frequently found in the revealed religions and their holy books. Of course, ALLAH has prescribed war for the survival of mankind and peace. But, alas, the commentators of religions have done so many amendments and alterations in the biblical books that the real purpose of war has just disappeared.

The same religious prejudice and hatred are hidden behind the Israeli violation in Ghazza, that they have been showing in the past. In the same perspective, war and encounter have been pictured in the present article in the light of holy Jewish books

---

* شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور
** شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور

specially the Old Testament. They deem it fair to exploit the humanity on their ground, and imagine it a divine promise(Genesis 15:18-21) exactly which reflects their racial prejudice too.

الہامی مذاہب میں تاریخی اعتبار سے مذہب یہود سب سے قدیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسانات و انعامات سے اس قوم کو نواز رکھا تھا ' یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی اسی پس منظر میں انہیں اہل کتاب کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہود کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ عالم میں نمایاں ہیں۔احسان فراموشی اور قتل انبیاء جیسی قباحتیں بھی انہی کا خاصہ رہیں۔ گو یہود علوم انبیاء بنی اسرائیل کے وارث رہے ہیں۔ تاہم مذہبی اجارہ داری کا خبط اور نسل پرستی کا جنوں بھی ان کے خمیر میں شامل رہا۔انسانی فطرت میں امن و جنگ، محبت و وحشت اور نیکی و بدی ازل سے رکھ دی گئی ہے۔ دور ظلمات سے لے کر عہد حاضر تک میدان جنگ ہمیں ہر دور میں سجا ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی ذرائع معاش، کبھی حصول جاہ و اقتدار اور کبھی طبائع اقوام کی باہمی دشمنیوں اور جنگوں کے اسباب بنے۔ ہر جنگ کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں' کوئی خدا کیلئے جنگ کرتا ہے تو کوئی حصول وطن کی خاطر۔ کبھی یہ مسلح ہوتی ہے اور کبھی سرد جنگ کا روپ دھار لیتی ہے۔ لیکن زیر تحریر مقالہ میں یہودیت میں قوانین جنگ کا اجمالی جائزہ بائبلی صحائف کے تناظر میں لیا جارہا ہے۔

اصول جنگ

یہ حقیقت ہے کہ تمام الہامی مذاہب کی تعلیمات پرامن زندگی کی نوید ہیں۔ اور یہودیت بھی اصل کے اعتبار سے ایک پر امن مذہب ہے۔ یہودیت کی اصل تعلیمات امن ہی کی علمبردار تھیں۔ عہد نامہ قدیم میں بھی بار بار امن وسلامتی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ تورات کا نزول بنی اسرائیل اور بنی نوع انساں کی بقا کے لیے خدا کی طرف سے حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام پر ہوا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کی غلامی سے اپنی قوم کو مصر سے نکال کر وادئ تیہ بیابان سینا میں باحفاظت لائے تو اس ہجرت کے دوسرے سال کے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کو مردم شماری حکم ملا۔

”تمام بنی اسرائیل کی مردم شماری کی جائے ۔ ہر ایک آدمی کو اس کے خاندان اور اس کے خاندانی گروہ کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ تم اور ہارون اسرائیل کے تمام مردوں کو گنو جن کی عمر بیس سال سے زیادہ ہے۔(یہ وہ ہیں جو اسرائیل کی فوج میں خدمت کرتے ہیں)ان کی فہرست ان کے گروہ کے مطابق بناؤ ۔“[1]

۱۔ وہ مرد جو صرف جنگ کرنے کے قابل ہوں ۔

۲۔ افراد جو معذوری ، بیماری وغیرہ کی وجہ سے جنگ کرنے کے قابل نہ ہوں شمار نہ کئے جائیں۔
۳۔ مردم شماری آبائی خاندانوں کے مطابق کریں یعنی ان کے نام ، خاندان، قبیلہ اور اس کی پلٹن تا کہ اس شخص کا مکمل پتہ معلوم ہو۔
۴۔ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون اس تمام مردم شماری کی نگہبانی کریں گے اور ہر شخص اور قبیلہ کا ایک فرد جو اس شخص کو اچھی جانتا ہو وہ ان کی مدد کرے گا۔
۵۔ اس مرد م شماری کا واحد مقصد الگ الگ چھاؤنیوں کا قیام تھا تاکہ ان کے کوچ اور سفر ، ترتیب وباقاعدگی سے ہواور ان میں انصاف کا بندوبست کیا جا سکے۔
۶۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے لئے گئے افراد کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔جنگ کے قابل افراد کی کل تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس تھی۔یہاں لاویوں کے قبیلے کو دوسرے قبائل سے علیحدہ کیا گیا۔انہیں روحانی امور کا سرپرست بنایا گیا۔

”خداوند نے موسیٰ سے کہا تھا۔ لا وی کے خاندانی گروہ کے مردو ں کو تمہیں نہیں گِننا چاہیئے۔ تم لاویوں کو عہد کے مقدس خیمہ اور اسکی چیزوں کے لئے ذمہ دار مقرر کرو۔ وہ مقدس خیمہ اور اس کے سامانوں کو ضرور لے جا ئیں اور اپنے خیموں کو مقدس خیمہ کے اطراف لگائیں اور اس کی دیکھ بھال کریں۔“۲۔

ان بارہ قبائل کو چارپلٹنوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر پلٹن میں تین قبیلے شامل تھے۔ ہر قبیلے کااپنا علم تھا اور ہر جھنڈے پر الگ الگ نشان تھاتا کہ ایک دوسرے سے امتیاز ہو سکے۔ اس جھنڈے کا رنگ اس قبیلے کے نام کے قیمتی پتھر کے رنگ جیسا تھا۔ چار بڑے جھنڈوں کے نشان یوں تھے یہوداہ کا ببر شیر، روبن کا آدمی، یوسف کا بیل اور دان کا عقاب۔

سپہ سالار یا حاکم بھی خدا ہی کے متعین کردہ تھے جن کے ناموں کے شروع یا آخر میں ”ایل “کا لفظ آتا تھاجس کا معنی خدا ہے۔ نتنی ایل (خدا کی بخشش)، الیاب(میرا خدا باپ ہے)، الیصور (میراخداچٹان ہے)، سلومی ایل(خدامیری سلامتی)، الیاسف(خدا نے بڑھایا ہے یا خدا بحال کرتا ہے)، السمیع(میرے خدا نے سنا ہے)، جملی ایل (خدا میرااجر ہے) فجعی ایل(خدا مجھے ملا ہے)۔

البتہ یہودیت میں امن کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کسی صورت میں بھی جنگ نہ کی جائے بلکہ بنی اسرائیل کو جنگ کی تیاری و ترغیب کا حکم دیا گیا ہے:

"قوموں کے درمیان اسے منادی کرو، لڑائی کی تیاری کرو۔سپاہیوں کو حرکت میں لاؤ۔ سارے سپاہیوں کو اکٹھا کرو۔ اور انہیں تیار رکھو۔اپنے ہل کی پھالوں کو پیٹ کر تلواریں بناؤ اور اپنی درانتیوں کو پیٹ کر بھالے بناؤ۔کمزور کو کہنے دو، میں ایک جنگجو ہوں۔ارد گرد کی سبھی قومو!جلدی آؤ۔ وہاں اکٹھے ہو جاؤ۔ اے خداوند!تو بھی اپنے جنگجوؤں کو اتار۔قوموں کو حرکت میں آنے دواور یہوسفط کی وادی میں چلنے (مارچ کرنے)دوکیوں کہ میں وہیں بیٹھ کر آس پاس کی سبھی قوموں کا فیصلہ کرونگا۔"[۳]

یہود کے مذہبی لٹریچر سے اخذ کردہ جنگی اصول و قواعد جو جنگ سے پہلے لشکر کو ہدایات کے طور پر دیے جاتے تھے ان کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

جب تم اپنے دُشمنوں کے خلاف جنگ میں جاؤ اور اپنی فوج سے زیادہ گھوڑے رتھ اور آدمیوں کو دیکھو تو تمہیں خوف نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ خدا تمھارے ساتھ ہے۔جب جنگ کے قریب لشکر پہنچے تو کاہن فوج کے پاس جا کر ان کے جوش وجذبہ کو جلادینے کی تلقین کرے۔اسرائیلیو! سُنو آج تم لوگ اپنے دشمنوں کے خلاف برسرپیکارہو نہ تو ہمت ہارنااور نہ پریشان ہونا۔

جب عہدیدار فوج سے بات ختم کر لے تو انہیں فتح ونصرت کی امید دلائے کہ خدا تمھیں فتح دے گا۔

*فوج کی تطہیریہودی قانون جنگ میں نہایت اہم ہے۔

*ناپاک افراد کا لشکر گاہ میں داخلہ ممنوع۔

*کسی بھی جسمانی عارضہ میں مبتلافرد کو لشکر گاہ میں نہ آنے دیا جائے۔

*لشکر گاہ کو پاک رکھنا ہر فوج کا فرض تھا۔

*تمام مقدس چیزیں اور تحائف کاہن کے پاس رکھے جائیں تاکہ وہ انکا ریکارڈ رکھے۔

*جنگ میں شمولیت کی عمر۲۵سال اور ریٹائرمنٹ کی عمر۵۰ مقرر تھی۔

*دیانتداری سے کام سرانجام دینے والوں کیلئے ریٹائرمنٹ کے بعد خدمت کی مدت مقرر تھی۔

*خدا نے کوہ سینا پر سیدنا موسیٰ کو جو احکام دیئے ان میں آخری حکم چاندی کے نرسنگے بنانے کا تھا۔

*نرسنگے مختلف مواقع پر پھونکے جاتے تھے مثلاً:

*روزہ رکھنے کیلئے نرسنگا پھونکا جاتا تھا۔[۴]

*جب سرداروں اور رئیسوں کو جمع کرنا ہوتاصرف ایک ہی نرسنگا پھونکا جاتا اور جب ساری فوج کو اکٹھا کرنا مقصود ہوتاتودونوں نرسنگے پھونکے جاتے۔

*لشکر کے کوچ کرنے کیلئے ہر پلٹن کو اطلاع دی جاتی اور مختلف انداز میں نرسنگے پھونکے جاتے۔
*دشمن سے مقابلہ کرنے کیلئے قلب وذہن کا جوش کو بڑھانے کیلئے نرسنگے پھونکے جاتے۔
*خدا کی ناراضگی کے اظہار کیلئے ایک نرسنگا پھونکا جاتا۔۵؎
*پہلا نرسنگا پھونکنے پر یہوداہ کی پلٹن کوچ کرتی' دوسرے پر روب کی' تیسرے پر افرائیم کی اور چوتھے پر دان کی پلٹن' فوجوں کو ہوشیار کرنے اور لڑائی کیلئے کوچ کرنے کیلئے بھی نرسنگے پھونکے جاتے تھے۔ اسی طرح مقدس عیدیں منانے کیلئے بھی۔ ان کی ایک عید کا نام ہی "یادگاری کیلئے نرسنگے پھونکنے کی عید" تھا۔ مقدس کام پاکیزگی اور خوشی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

سپہ سالار فوج کے کپتانوں کا انتخاب کرے گا اور کہے گا کہ کیا یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس نے اپنا نیا گھر بنایا ہو؟کیا کوئی آدمی یہاں ایسا ہے جس نے انگور کے باغ لگائے ہوں ؟ کیا یہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس کی شادی کی بات پکّی ہو چکی ہو؟ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو ہمت کھو چکا ہے اور خوفزدہ ہے ؟اس طرح کے تمام آدمی اپنے گھر لوٹ جائیں تاکہ وہ دوسروں کے لیے حوصلہ فرسائی کا باعث نہ بنیں۔

اس لئے اپنے لوگوں میں اعلان کرو کہ جو بھی جنگ سے ڈر رہا ہے اپنے گھر واپس جا سکتا ہے۔٦؎ ایضا
"جب تم شہر پر حملہ کرنے جاؤ تو وہاں کے لوگوں کے سامنے امن کا پیغام دو۔"٧؎
"اگر تمہارا پیغام قبول کریں اور اپنے پھاٹک کھول دیں تو تمام باشندگان شہر غلام بن کر تمہارے کام کرنے پر مجبور ہوں گے۔"٨؎

سفر استثنا کے باب نمبر۲۰ آیات ۱۲ تا۱۸ میں باغیوں کیخلاف جنگی کارروائی کے بارے میں ہے کہ :لیکن اگر اہل شہر امن کا پیغام قبول کرنے سے انکار کریں اور مزاحمت کریں تو شہر کا گھیراؤ کرلینا چاہیے۔قبضہ کی صورت میں تمام آدمی تہہ تیغ کردیے جائیں۔ خصوصا حتّی ، اموری ، کنعانی ، فرزّی ،حوّی ، اور یبوسی سبھی لوگوں کو پوری طرح تباہ کردینا چاہئے۔ یہی تمہارے خداکا حکم ہے۔ ورنہ وہ تمہیں بھیانک چیزوں کی جسے وہ اپنے دیوتاؤں کی عبادت کے لیے کرتے ہیں تعلیم دیں گے اور تمھیں گناہ آلودہ زندگی گزارنے پر آمادہ کریں گے۔۹؎

"ایسی اقوام جن کا بنی اسرائیل سے باہمی صلح کامعاہدہ ہوجائے تو ایک دوسری کی آزادی وخودمختاری کا احترام کرتے ہوئے۔ جنگ سے گریز اور باہمی تجارتی و معاشی تعلقات بھی استوار کریں گے۔" ۱۰؎

"جنگ میں مال غنیمت کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ :" غلبہ کی صورت میں تمہیں عورتیں بچے، جانور اور شہر کی ہرایک چیز لینے کی اجازت ہے کیونکہ تمہارے دشمن اور ان کے مال واسباب تمھارے لیے بطور

غنیمت ہے۔ اور جو شہر تمہاری سرزمین میں نہیں ہیں اور بہت دور ہیں اُن سبھی کے ساتھ تم ایسا برتاؤ کرو گے۔"۱۱۔

دوران جنگ تم لمبے عرصے تک شہر پر قبضہ کرنے کیلئے اس کا محاصرہ کر سکتے ہو۔ تمہیں شہر کے اطراف کے پھل دار درختوں کو نہیں کاٹنا چاہئے۔ تمہیں ان سے پھل کھانا چاہئے لیکن کاٹ کر گرانا نہیں چاہئے۔ درخت دشمن نہیں ہے اُن کے خِلاف جنگ نہ چھیڑو۔ لیکن ان درختوں کو کاٹ سکتے ہو جنہیں تم جانتے ہو کہ یہ پھلدار نہیں ہیں تم ان کا استعمال اس شہر کے خلاف محاصرہ میں کر سکتے ہو جب تک کہ اس کا زوال نہ ہو جائے۔ ۱۲۔

سپہ سالار اور فوج کو ہرگز اجازت نہیں تھی کہ جن ملکوں میں جنگ کریں وہاں جیسی چاہیں تباہی مچائیں۔ ارادتاً کنوؤں کو بند کرنا، عمارت تباہ کرنا، برتن توڑنا اور کھانے پینے کی چیزوں کو برباد کرنے کی ممانعت کی گئی۔

نصرت الٰہی کے ذرائع:

یہودیت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ باوجود ایک مضبوط فوج اور جدید اسلحہ کے فتح ونصرت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اور اسی پر ایمان کے نتیجہ میں تمھیں غلبہ نصیب ہو گا۔وہ یہ اعلان کرتے تھے کہ خدا بڑے فضل سے اسرائیل کے ساتھ ہے۔ اس اعلان سے فوج میں جرأت و بہادری کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ ان کی آواز خدا کی آواز سمجھی جاتی، ان کا بول خدا کا بول سمجھا جاتا۔

لوگ جنگ کے لئے گھوڑوں کو تیار کر سکتے ہیں۔ لیکن فتح صرف خداوند کے ہاتھوں میں ہے۔۱۳۔

تم جنگ کرنے سے پہلے جنگی ماہروں سے رہبری حاصل کرو۔ اور جیت حاصل کرنے کے لئے تمہیں کافی مشیروں کی ضرورت ہے۔۱۴۔

صلاح مشورہ سے منصوبے کامیاب ہوتے ہیں اور جنگ میں فتح جنگی ماہرین کی رہبری میں ہوتی ہے۔ ۱۵۔

ہم لوگوں نے جس طرح موسیٰ کے حکم کو مانا ہے اس طرح ہم لوگ وہ سب مانیں گے جو تم کہو گے۔ ہم لوگ خداوند خدا سے صرف ایک بات چاہتے ہیں ہم لوگ خداوند اپنے خدا سے یہی دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ اسی طرح رہے جس طرح وہ موسیٰ کے ساتھ رہا۔۱۶۔

جنگ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی فتح کی علامت ہوتی تھی جیسا عہد نامہ قدیم میں ہے:

جب کبھی موسیٰ اپنے ہاتھ کو ہوا میں اٹھاتا تو بنی اسرائیل جنگ جیت لیتے لیکن جب موسیٰ اپنے ہاتھ کو نیچے کرتا تو بنی اسرائیل جنگ میں ہارنے لگتے۔۱۷۔

کاہن ان کیلئے دعا مانگیں کلام کی منادی کریں جو باتیں باعث رکاوٹ ہوں ان پر ملامت کریں اور انہیں کامیابی کی امید دلائیں ' سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کریں

"کیونکہ لوگوں نے اپنے آپ کو جنگ کے لئے تیار کیا۔ وہ جنگ میں حصہ لینے کے لئے آگے آئے۔خداوند کی حمد کرو۔"١٨۔

اسرائیلی فوج کا یہ قاعدہ امر الٰہی تھا کہ جب وہ کسی علاقے پر حملہ کرتے تو فوج کی صف بندی اس انداز سے تشکیل دیتے کہ جو مقدس صندوق جسے اسلام میں تابوتِ سکینہ کہا گیا اس کو کہاروں کی ڈولی کی طرح اٹھا کر فوج کے ہراول دستے کے طور پر لے جاتے اور یہ عقیدہ تھا کہ اس کی بدولت ہمیں فتح نصیب ہو گی۔بنی اسرائیل برکت اور نصرتِ الٰہی کی یہ علامت سمجھتے تھے۔اسی لیے بنی اسرائیل کی فوج کو یہ حکم تھا کہ وہ عہد صندوق کے پیچھے پیچھے چلے اور بھروسا رکھے کہ وہ ان کی رہنمائی کرے گا اس لئے کہ یہ خدا پر اعتماد کی علامت ہے۔ انہیں یقین ہونا چاہئے کہ عہد کا صندوق خود اپنی حفاظت کرتا ہے۔جنگی مرد اس کی حفاظت کے کفیل نہیں بلکہ وہ ان کا محافظ ہے۔ کاہنو ں کو یہی حکم تھا کہ وہ عہد کے صندوق کو اٹھا کر فوج کے آگے آگے چلیں۔

"اور ساتوں کاہن سات بِگل لے کر چلے۔ وہ خداوند کے مقدس صندوق کے سامنے بگل بجاتے ہوئے قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔ فوج ہتھیار لئے ہوئے ان لوگوں کے آگے چل رہی تھی۔ باقی لوگ خداوند کے مقدس صندوق کے پیچھے گشت لگاتے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ شہر کے چاروں طرف بگل بجاتے ہوئے چلے۔جب یشوع نے یہ سنا اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے وہ مقدس صندوق کے سامنے زمین بوس ہو گئے۔ یشوع وہاں شام تک ٹھہرا رہا۔ اسرائیلی قائدین نے بھی ویسا ہی کیا۔ انہوں نے اپنے غم کے اظہار کے لئے اپنے سر پر خاک ڈالی۔۔۔"١٩۔

اسرائیلی فوج کی صف بندی دورِ جدید کی صف بندی سے مماثل تھی۔یعنی میمنہ، میسرہ، قلبِ فوج اور سپہ سالار کا مرکزی کمانڈ اینڈ کنٹرول آفس یہی وہ نظم و نسق تھا جس کی بدولت اسرائیلی فوج کامیابیوں سے ہمکنار ہوتی چلی گئی اور پورا کنعان اسرائیلیوں کے زیر تسلط آ گیا۔اسلامی افواج کی بھی ترتیب و تنظیم وہی امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور فتح و کامرانی امتِ مسلمہ کا مقدر بنتی چلی گئی۔

جنگ میں علم (جھنڈا) ایک مخصوص نشان تھا۔ جو جنگ کے دوران اونچی جگہ پر نصب کیا جاتا تھا یا فوج کا ایک دستہ اسے اٹھا کر رکھتا تھا۔یہ کپڑے کا پرچم یا لکڑی کے تختے پر کسی جانور کا نشان ہوتا تھا جسے فوج کے سپاہی اٹھایا کرتے تھے۔

”دیکھو!خدا دور دراز کی قوموں کو اشارہ دے رہا ہے۔ خدا ایک جھنڈا اٹھا رہا ہے۔ اور ان لوگوں کو بلانے کے لئے سیٹی بجا رہا ہے۔کسی دور دراز کے ملک سے حریف آرہا ہے وہ حریف جلد ہی ملک میں گھس آئے گا وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔“ ۲۰۔

ملک میں جنگ کا جھنڈا اٹھا ! سبھی قوموں میں بِگل پھونکو۔ قوموں کو بابل کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار کرو ارارا ط اور منی اور اشکناز کی مملکتوں کو بابل کے خلاف جنگ کے لئے بلا۔ اس کے خلاف سپہ سالار مقرر کرو۔فوج کو اس کے خلاف بھیجو۔ اتنے زیادہ گھوڑوں کو بھیجو کہ وہ ٹڈی دل جیسے ہو جائیں۔۲۱۔

بائبل میں مذکورآلات جنگ

عہدنامہ قدیم کے مطابق یہودیت کے تصور جنگ میں ان آلات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی مدد سے یہودیت کی تاریخ میں جنگ کی جاتی رہی ہے۔

*بھالا، نیزے ، چھوٹے نیزے اور برچھی کی طرح کا ایک آلہ جنگ ہے جو ایسی لکڑی پر مشتمل ہوتا ہے جس کے سرے پر لوہے کا پھل لگا ہوتا ہے۔ یہ قدیم ادوار میں آلہ جنگ کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ عہدنامہ قدیم میں داؤد اور جالوت کے مقابلے کی روداد میں ہے:

”اس کے بھالے کی چھڑ ایسی تھی جیسے جُلاہے کا شہتیر اور اس کے بھالے کے لوہے کا پھل چھ سو مثقال وزنی تھا۔“ ۲۲۔

*پٹکا ایک قسم کا کمر بند تھا جسے جنگی لباس کے نیچے پہنا جاتا تھا۔ اس پر تلوار وغیرہ کو بھی لٹکایا جاتا تھا۔ اس بارے میں عہدنامہ قدیم میں سبع کی داؤد کے خلاف بغاوت کے بیان میں مرقوم ہے:

”اور جب وہ حبعون میں واقع اس بڑی چٹان پر پہنچے تو عماسا انہیں ملنے آیا۔ یوآب جنگی لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کی کمر میں ایک پٹکا بندھا ہوا تھاجس کے درمیان میں ایک تلوار لٹک رہی تھی۔جوں ہی اس نے قدم آگے رکھا تلوار اس کی میان سے باہر گر پڑی۔“ ۲۳۔

*بائبل میں تلوار کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسانیت کی۔ جب آدم اور حوا کو باغ عدن سے نکال دیا گیا تو خدا نے ایک شعلہ زن تلوار مقرر کی۔ عہدنامہ قدیم میں ہے :

آدم کو نکال دینے کے بعد اس نے باغِ عدن کے مشرق کی طرف کروبیوں کو اور چاروں طرف گھومنے والی شعلہ زن تلوار کو رکھا تاکہ وہ زندگی کے درخت کی طرف جانے والے راستہ کی حفاظت کریں۲۴۔

عہدنامہ قدیم میں تلوار کا ذکر بہت مرتبہ آیا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں اور قسمیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

مثلاً دو دھاری تلوار کا ذکر یوں ہے :

''اہود نے تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبی دو دھاری تلوار بنائی جسے اس نے جامے کے نیچے دائیں ران پر باندھ لیا۔''۲۵؎

* تیر کمان ،بنی اسرائیل کی زندگی میں تیر کمان کا کردار بہت اہم تھا۔ جنگوں میں تلوار کے بعد سب سے زیادہ استعمال ہونے والا آلہ یہی تھا۔اس پر پیتل بھی چڑھا ہوتا تھا۔کمان کی تانت (ڈوری) بیل کی آنت کی بنتی تھی۔ جنگی کمان بہت بڑی ہوتی تھی۔ کمان میں بعض مرتبہ دو خم اور بعض مرتبہ ایک خم ہوتا تھا۔ یہ عام طور پر تیار کی ہوئی پختہ لکڑی سے بنائی جاتی تھی۔

جنگ اور تیر کمان کا چولی دامن کا ساتھ تھاجیسا کہ عہد نامہ قدیم میں ہے :

وہ میرے ہاتھوں کو جنگ کرنا سکھاتا ہے یہاں تک کہ میرے بازو پیتل کی کمان کو جھکا دیتے ہیں۔۲۶؎

* فلاخن اسے گوپیا یا گوپھن بھی کہتے ہیں۔ یہ چمڑے یا رسی کے دو ٹکڑوں کے درمیان ایک پلے کو باندھ کر بنایا جاتا ہے۔ پلے میں پتھر رکھ کر دونوں سروں کو ملا کر زور سے سر کے اوپر سے گھمایا جاتا ہے۔ پھر ایک سرے کو دفعتاً چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پتھر کو گھمانے سے اتنی زیادہ مرکز گریزی قوت پیدا ہوتی ہے کہ وہ نہایت تیزی رفتاری سے نشانے کی طرف بڑھتا ہے۔۲۷؎

فلاخُن خصوصاً چرواہے کا حفاظتی آلہ تھاجس سے وہ اپنے گلے کو جنگلی جانوروں سے بچا سکتا تھا جیسا کہ داؤد علیہ السلام کے بارے میں عہد قدیم میں مرقوم ہے:

''تب اس نے اپنی لاٹھی اپنے ہاتھ میں لی اور اس ندی سے پانچ چکنے چکنے پتھر چن کر اپنے چرواہے والے تھیلے کی جیب میں رکھ لیے ، اپنا فلاخن اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس فلستی کے قریب جانے لگا۔۔۔'' ۲۸؎

* گرز :''یہ اپنے دور کا ایک خونریز ہتھیار تھا۔ یہ لکڑی کے مگدر کی شکل کا اوزار تھا جس پر لوہے کہ کیلیں جڑی ہوتی تھیں۔ '' ۲۹؎

عہدنامہ قدیم میں یعقوب علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے :

''تُو میرا گُرز اور لڑائی کا ہتھیار ہے۔ تیری مدد سے میں قوموں کو چکنا چور کرتا ہوں اور تیری مدد سے میں سلطنتوں کو تباہ کرتا ہوں۔۔۔''۳۰؎

* بکتر ،یہ ایک جنگی لباس ہے جو لوہے کی کڑیوں یا جالی سے بنا ہوتا تھا۔۳۱؎

سپاہی اسے لڑائی کے وقت پہنتے تھے تاکہ دشمن کے حملوں سے اپنے جسم کو محفوظ رکھا جا سکے۔ عہدنامہ قدیم میں اس کا ذکر یوں ہے:

اس دن کے بعد سے میرے آدھے آدمی کام کرتے اور باقی آدھے نیزوں، ڈھالوں ، کمانوں اور زرہ بکتر سے مسلح رہتے اور وہ جو حاکم تھے یہوداہ کے سارے لوگوں کے پیچھے موجود رہتے تھے۔ ۳۲۔

*خود ،یہ لوہے یا کسی اور چیز کی ٹوپی ہوتی ہے جو جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ قدیم زمانے میں صرف بادشاہ یا اُمراء ہی خود پہنتے تھے۔ اسی لیے ساؤل نے اپنا خود داؤد علیہ السلام کو دیا۔ عہدنامہ قدیم میں ہے:

تب ساؤل نے اپنا فوجی کوٹ داؤد کو پہنایا۔ اسے زرہ بکتر پہنایا اور پیتل کا ایک خود اپنے سر پر رکھا۔۳۳۔

*ڈھال، یہ ہتھیار سب قوموں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کی ڈھالیں دو قسم کی ہوتی تھیں۔

ایک بڑی جو بیضوی یا مستطیل ہوتی تھی ، سارے جسم کو محفوظ کرتی تھی۔ یہ بڑی ڈھالیں لشکر لے کر چلتا تھا اور چھوٹی ڈھالیں تیرانداز لے کر چلتے تھے۔ جیسا کہ عہدنامہ قدیم میں ہے:

”آسا کے پاس یہوداہ کے تین لاکھ جوانوں کا لشکر تھا جو ڈھالوں اور نیزوں سے مسلح تھے۔ اور بن یمین کے دو لاکھ اسی ہزار جوانوں کا لشکر تھا جو چھوٹی ڈھالوں اور تیرکمانوں سے مسلح تھے۔ یہ سب زبردست جنگجو تھے۔“ ۳۴۔

*ساق پوش ،ساق پنڈلی کو کہا جاتا ہے۔ ساق پوش پنڈلی کی حفاظت کے لیے پہنا جاتا تھا۔ اس کا ذکر جاتی جولیت کے قصے میں یوں آتا ہے:

وہ اپنی ٹانگوں پر بھی پیتل کا بکتر پہنے ہوئے تھا۔۔۔۳۵۔

عہدنامہ قدیم میں فوجی بوٹ کا بھی ذکر ہے جسے بعض مترجمین نے ساق پوش بنا دیا ہے۔ ۳۶۔

*لاٹھی ،یہ ایسی لکڑی تھی جسے ہاتھ میں پکڑا جاتا تھا۔اس کے ایک طرف لوہا بھی لگا ہوتا تھا۔ قدیم زمانے میں چونکہ جنگلی زندگی بسر کی جاتی تھی اس لیے اسے اپنی حفاظت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

عہدنامہ قدیم میں اس بات کا ذکریوں ہے:

خواہ میں موت کی تاریک وادی میں سے ہو کر گزروں ، میں کسی بلا سے نہ ڈروں گا ، کیونکہ تُو میرے ساتھ ہے۔ تیرا عصا اور تیری لاٹھی مجھے تسلی بخشتے ہیں۔ ۳۷۔

اس سے جانوروں کو گننے میں بھی مدد لی جاتی تھی جیسا کہ عہد قدیم میں ہے:

اور گائے اور بھیڑ بکری یا جو جانور چرواہے کی لاٹھی کے نیچے سے گزرتا ہو ان کی دہ یکی یعنی دس پیچھے ایک ایک جانور خداوند کیلئے پاک ٹھہرے۔ ۳۸۔

اسے بطور ہتھیار استعمال کرنے کے بارے میں عہد قدیم کہتا ہے :

تو لوہے کے عصا سے توڑے گا۔ کمہار کے برتن کی طرح تو ان کو چکنا چور کر ڈالے گا۔۳۹؎

قوم یہود کی اس جنگجویانہ تاریخ اور فلسفہ جنگ پر نظر ڈالتے ہوئے یہود کی جنگی فطرت کو زیر بحث لایا جارہا ہے۔ جنگ یہود کے قلب و روح کی سب سے مرغوب تمنا تھی کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل نے ایک وسیع و عریض دنیا پر تسلط کی ربانی نوید سنائی تھی لہذا جنگ جوئی ان کے خمیر میں رچ بس چکی تھی جیسا کہ درج ذیل آیات ہیں:

"اے خدا ، مجھ کو سکھا کہ جنگ کیسے لڑوں؟ وہ میرے بازوں کو قوت دیتا ہے ، جس سے میں پیتل کی کمان کی ڈور کھینچ سکوں۔"۴۰؎

یدع ایل کے یہ سب بیٹے ان کے خاندان کے قائدین تھے۔ ان کے پاس سپاہی تھے جو ہمیشہ جنگ کے لئے تیار رہتے تھے ۴۱؎

یہودیت میں بے رحمانہ انتقام اور اپنے ماسوا اقوام سے فتح کی صورت میں شدت برتنے کا معاملہ اور آبادیاں اور بستیاں خاک و خون کرڈالنا سب یہود کے تحریف شدہ مذہب کا حصہ ہے۔ بائبل کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"اور تُو ان قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا قابو کر دے گا ، نابود کر ڈالنا۔ تُو ان پر ترس نہ کھانا اور نہ ان کے دیوتاؤں کی عبادت کرنا ، ورنہ یہ تیرے لیے ایک جال ہو گا۔ " ۴۲؎

جنگ کے قوی و شدید محرکات میں ایک اہم محرک جذبہ انتقام ہے۔ یہود یہ انتقام کس طرح لیتے تھے ہے اور کس شدت سے لیتے تھے۔

یہ تو اس جرم پر مبنی ہے جو دشمن قوم سے سرزد ہوتا ہے۔ مثلا قتل کا بدلہ قتل کر کے ہی لیا جاتا ہے۔ تاریخ میں بسا اوقات ایک شخص کے قتل ہو جانے سے قبائل میں خونریزی کا لا متناہی سلسلہ جاری ہو جاتا تھا جو سالہا سال تک تھمتا نہ تھا۔ لشکروں کے خداوند نے موسیٰ کو مدیانیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ مدیانی قطورہ سے ابرہام کی نسل سے تھے۔ ان میں سے کچھ کنعان کے جنوب میں بس گئے تھے۔ انہوں نے سچے خدا کی عبادت قائم کر رکھی تھی۔ لیکن یہ مدیانی کنعان کے مشرق میں آباد تھے۔ یہ موآبیوں کے پڑوسی تھے اور ان کے ساتھ اتحاد رکھتے تھے اور بت پرستی میں پڑ گئے تھے۔ انہوں نے یہ گھناؤنا کام کیا تھا کہ اپنی بدکار عورتوں کو اسرائیلیوں کے پاس بھیجا کہ ان کو فحاشی ، بدکاری اور بت پرستی پر راغب کریں۔ یہ تھی اشتعال انگیزی اس وجہ سے خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ بنی اسرائیل کا انتقام لیں۔ خدا مدیانیوں کو اس لیے سزا دینا چاہتا تھا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو رسوا اور بدنام کیا اور یہ لوگ دیگر قوموں سے زیادہ کینہ پرور اور خطرناک تھے اور خدا موسیٰ علیہ

السلام کی زندگی میں ہی مدیانیوں کا انجام دکھا کر سیدنا موسیٰ کو تسکین دینا چاہتا تھا۔ جیسا کہ تورات کے صحیفہ گنتی میں ہے:

'اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا۔ اور انہوں نے ان مقتولوں کے سوا عوی'اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا اور بعور کے بیٹے بعام کو بھی تلوار سے قتل کیا۔ اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے۔ "۴۳۔

یہاں اسلام اور یہودیت کا ایک نمایاں فرق ملاحظہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مفتوحین کا قتل عام نہ کیا ماسوائے یہود بنو قریظہ کے کہ ان کا فیصلہ انہی کی مقدس کتب میں سے کیا گیا تھا جبکہ یہود موسیٰؑ پر یہ الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے مفتوح قوم کے مردوں کا قتل عام کیا، اسی نسبت سے بائبل کے چند مزید اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

دشمنوں اور اسیران جنگ سے سلوک:

تورات میں مذکور ہے:

خدا صاحب جنگ نے بائبل میں بتایا:

"جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جوخداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔"۴۴۔

اسی طرح دشمنوں کو عبرت ناک سزا دینے کے احکام کچھ یوں ہیں:

"اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔ تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا۔ نہ ان کے بیٹوں کو اپنی

بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کے لیے ان کی بیٹیاں لینا کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گے تاکہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں۔ یوں خداوند کا غضب تم پر بھڑکے گا اور وہ تجھ کو جلد ہلاک کر دے گا"۔۴۵؎

اور خداوند تیرا خدا یہ سب لعنتیں تیرے دشمنوں اور کینہ رکھنے والوں پر جنھوں نے تجھ کو ستایا نازل کرے گا۔۴۶؎

اسیر کا لفظ عربی لغت کے مطابق "الاسر" سے ماخوذ ہے۔ الاسار وہ رسی ہے جس سے قیدی کو باندھا جاتا ہے۔ لہٰذا اسیر وہ شخص ہے جسے رسی سے باندھ کر لایا جاتا ہے اور اسے قید خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد جنگ میں گرفتار افراد ہیں جنہیں اسیر الحرب بھی کہا جا تاہے۔ دشمن کے ہاتھ آنے والے وہ افراد جو جنگ میں بالواسطہ یا بلا واسطہ شریک کار ہوں انہیں جنگی قیدی کہا جاتا ہے۔ جنگی قیدی کا اطلاق اسی پر ہو گا جسے عرفاً ' قانوناً اور بین الاقوامی جنگی اصولوں کے مطابق جنگی قیدی قرار دیا گیا ہو۔ جنگوں میں اسیران کو یا تو قید خانہ میں رکھا جاتا تھایا انہیں غلام اور لونڈی کی حیثیت دے دی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل میں قید خانہ کاباقاعدہ تصور ملتا ہے جسے عبرانی میں مشمار کہا جاتا ہے جہاں قیدی کی نگہبانی کی جاتی تھی۔ تاریخ بنی اسرائیل میں پہلی مرتبہ قید خانے کا ذکر سیدنا یوسف علیہ السلام کے ضمن میں آتا ہے۔جس کیلئے عبرانی میں بیت سوھر کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ سوھر کے معنی گول ہیں۔ اسے یرمیاہ کے نوحہ میں چاہ زندان کہا گیا ہے۔ بعض اوقات قیدیوں کو بیڑیاں بھی پہنادی جاتی تھیں یا اسے زنجیروں سے جکڑ کر پنجرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ عہد نامہ قدیم میں دشمنوں پر فتح کے بعد بنی اسرائیل کا طرز عمل درج ذیل ہے:۔

"اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے۔"۴۷؎

جنگ میں قیدی خواتین کے ساتھ عہد نامہ قدیم کی کتاب استثنا باب ۲۱ آیات ۱۰ تا ۱۴میں جس سلوک کا حکم دیا گیاہے وہ یہ ہے کہ:

* اگر کوئی خوبصورت قیدی عورت تمہیں پسند آجائے اس سے شادی کر لیں۔
* شادی کے بعد اسے گھر لے آئیں اس کے بال منڈوائیں اور ناخن ترشوائیں اور اسیر ی کا لباس اتار دیں۔
* ایک ماہ تک وہ جنگ میں مقتول ماں باپ کا ماتم کرے۔

* ایک ماہ کے بعد تم اس سے رشتہ ازدواج قائم کرویعنی حقوق زوجیت ادا کر سکتے ہو۔

اسیران جنگ کے بارے میں باضابطہ قواعد ۱۸۴۷ء کی برسلز کانفرنس میں وضع کیے گئے۔ ۱۸۸۹ء میں ہیگ کانفرنس میں ان کی توثیق کی گئی اور ۱۹۰۷ء کی دوسری ہیگ کانفرنس میں انہیں مکمل طور پر بین الاقوامی حیثیت دے دی گئی۔ لیکن دور قدیم میں اور خاص طور پر بنی اسرائیل کی جنگوں میں مختلف حالات میں اسیران سے مختلف سلوک روا رکھا گیا۔ کبھی باغی قرار دے کر قتل کر دیا جاتا اور کبھی غلام بنا کر مال تجارت بنا دیا جاتا۔ کبھی لونڈیوں کی صورت میں آرائش خانہ بنا دیا جاتا اور کبھی انہیں بیچ کر رقم وصول کر لی جاتی یا پھر اسیران جنگ سے کچھ رقم بٹور کر انہیں آزاد کر دیا جاتا۔ بعض دفعہ اس معاہدہ کی بنیاد پر بھی اسیران کو رہا کیا جاتا کہ وہ کبھی دوبارہ جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔ بعض اسیران کو قید کی سزا دی جاتی جو تاحیات بھی ہو سکتی تھی۔۴۸ ۔

محرف بائبل کے جنگی قوانین اس قدر وحشت ناک ہیں کہ جناب موسیٰ پر جو جنگی وحشت وبربریت کا الزام دیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

"خداوند کے کہنے پر موسیٰ نے مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لینے کیلئے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کیلئے چُنے اور مدیانیوں سے جنگ کر کے ان کے سب مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا سب مال و اسباب اور جانور لوٹ کے ان مدیانیوں کے سب شہروں اور چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیابعد میں موسیٰ کے کہنے پر بچوں میں سے تمام لڑکوں کو قتل کر دیا گیا اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی تھیں وہ بھی قتل کر دی گئیں لیکن ان اچھوتی لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں تھیں اپنے لئے زندہ رکھ لیا گیا جن کی تعداد بتیس ہزار تھی۔" ۴۹ ۔

موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین "یشوع" کی کمان میں جو جنگیں بنی اسرائیل نے لڑیں ان کے بارے میں بائبل کچھ یوں نقشہ کھینچتی ہے:

"یشوع کی فوج شہر کی دیوار گرا کے اندر گھس گئی اور اس شہر کے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھے کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے بالکل نیست کر دیا فقط سونے چاندی پیتل اور لوہے کے برتن خداوند کے گھر کے خزانہ میں داخل کئے اور اس شہر اور جو کچھ اس میں تھا سب کو آگ سے پھونک دیا۔" ۵۰ ۔

"یشوع اور اسرائیلیوں نے جنگی چال چلتے ہوئے عی کے لوگوں کوشہر سے باہر نکلوایا اور گھات میں بیٹھے ہوئے اسرائیلیوں نے ان کے پیچھے شہر کو آگ لگا دی اور پھر شہر کے مرد و عورت جن کی تعداد بارہ ہزار تھی سب کو تلوار سے مار کر فنا کر دیا یہاں تک کہ نہ کسی کو باقی چھوڑا نہ بھاگنے دیا۔"۵۱ ۔

بائبل کی کتاب قضاہ اسرائیلی بربریت کی مزید گواہی دیتی ہے کہ بنی اسرائیل کے قبیلہ دان میں فقط میراث کے حصول کی خاطر پرامن لوگوں کے شہر کو خاک وخون کر ڈالا۔اقتباس ملاحظہ ہو:

"بنی اسرائیل کے قبیلہ دان کو اپنے رہنے کیلئے میراث نہیں ملی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے پانچ آدمیوں کو میراث کی جگہ ڈھونڈنے کیلئے ضرعہ اور استال سے روانہ کیا وہ پانچوں ایک علاقے "لیس" میں آئے اور دیکھا کہ لوگ اطمینان امن اور چین سے رہتے ہیں اور وہ ایسی جگہ ہے جس میں دنیا کی کسی چیز کی کمی نہیں نیز اس ملک میں کوئی حکمران بھی نہیں ہے تو واپس جا کر وہ چھ سو مسلح افراد ساتھ لے آئے اور پُرامن لوگوں کو تہ تیغ کیا شہر کو جلادیا اور اس شہر کا نام "دان" رکھا۔" ۵۲۔

یہود کا طرز عمل:

عہد قدیم کی مذکورہ نصوص سے یہودی تعلیمات میں امن و امان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔یقینی طور پر ان تمام قواعد و ضوابط کا مقصد صرف اور صرف امن کا قیام ہے۔ یہ سب احکام پرامن مقاصد کے لیے صادر ہوئے ہیں۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہودیوں نے ان قوانین و تعلیمات پر عمل نہیں کیا۔انہوں نے خصوصاً گزشتہ پندرہ صدیوں میں مکروفریب کی راہ اختیار کی جس سے دنیا میں جنگ و جدل اور فساد کی ہولی شروع ہوئی۔یہود کی اس فسادی طبیعت اور انسانوں کے ساتھ غیرانسانی رویے کا اظہارخود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ یہودی بنیاد پرستی کے مسیحانہ رجحان کے بانی ربی کک دی ایلڈر نے کہا تھا :

"یہودی روح اور جسم ، غیر یہودی روح اور جسم پر مطلق برتری کی حامل ہوتی ہے۔ لیوریائی کبالا کے مطابق دنیا صرف اور صرف یہودیوں کے لیے تخلیق کی گئی تھی۔ غیر یہودیوں کا وجود تو محض رعایتی ہے۔ اگر کوئی باثر عیسائی بشپ یا مسلمان سکالر کہتا کہ غیر یہودیوں کی اعلی ترین روحوں اور یہودیوں کی اعلی ترین روحوں اور یہودیوں کی حقیر روحوں کے درمیان فرق، انسانی روح اور جانوروں کی روحوں کے فرق سے زیادہ بڑا ہے۔" ۵۳۔

فلسطین وغیرہ میں یہودیوں کے ظلم و ستم اور بربریت کا کسے علم نہیں؟شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو اخلاقیات سے ماورا اور ہرقسم کی پابندی سے آزاد سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں دنیا میں اچھے لوگوں کی نسبت بدفطرت زیادہ ہیں لہذا ان پر قابو پانے کا بہترین طریقہ تشدد اور دہشت گردی ہے نہ کہ علمی تبادلۂ خیالات اور اجلاس، ہنگامے قتل و غارت ، علاقائی اور نسلی فسادات پھیل کر ہر شے کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں، ہر چیز بھسم ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ حکومت بھی۔ کسی بھی غیر یہودی حکمران میں دیانت اور صاف گوئی جیسی

صفات ہونی چاہئیں مگر ہمیں (یہودیوں کو) ان کی ضرورت نہیں۔یہود کی سرکشی پر یہ عبارت بھی قابل التفات ہے:

”اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہر حربہ جائز ہے۔ زر۔ زن۔ زمین۔ رشوت۔ شراب' فحاشی۔ یہ کام نہ کریں تو پھر قتل۔“ ۵۴۔

یعنی یہود اپنی اصل تعلیماتِ امن کو چھوڑ کر جنگ و فساد کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔

آج جنگ سلطنت اسرائیل کو وسعت دینے کے لیے بائبل میں موعودہ سرزمین کیلئے لڑی جارہی ہے۔ تقریباً 70فیصد یہودی جبراً ایسا کرنے کے خواہش مند ہیں۔تاہم کوئی بھی یہودی انفرادی طور پر لڑائی نہیں کر سکتا۔ تاہم ریاست و امارت یہودیوں کا اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کس وقت جنگ چھیڑنا موزوں ہے اور کب امن قائم رکھنا ضروری ہے۔ مذہبی کتب میں بھی جنگ کے لیے خاص وقت ہے اور امن کے لیے بھی مخصوص حالات۔ عملاًاپنے مفادات کے حصول کے لیے وہ لڑنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اس میں کسی قوم کی تباہی و بربادی ہی کیوں نہ ہو۔

”اپریل1948ء صیہونی دہشت گرد اسکواڈ (ارگن) نے ڈیر یاسین میں254 فلسطینیوں کو ہلاک کیا۔ صیہونیوں نے ان عرب خواتین بچوں اور بوڑھوں کو بری طرح سے شہید کیا جبکہ نوجوانوں کو کھیتوں پر کام پر لگا دیا۔ ہلاک شدہ ماؤں کے پیٹوں میں جنم لینے والے بچوں کو ان کی ماؤں کے رحموں میں قتل کیا گیا۔ یہ افواہیں بھی گرم تھیں کہ لوگوں کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے گئے تھے اور معصوم بچوں کو اندھا بھی کر دیا گیا تھا لیکن اس کی تصدیق اس وجہ سے نہ ہو سکی کہ ان میں سے اکثر لاشوں کو کنوؤں میں پھینک دیا گیا تھا۔۔ڈیر یاسین کا سانحہ صیہونیوں کے ”زمین کو پاک کرو“ والے سینکڑوں اقدامات کا محض ایک حصہ ہے۔“۵۵۔

28اکتوبر 1956ء میں ڈیریلیین قتل عام کے ذمہ دار بدنام دہشت گرد اور اسرائیل کے وزیراعظم میناخم بیگن نے تل ابیب میں یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہاتھا :

”اسرائیلیو!اپنے دشمن کے قتل عام میں ذرا ہچکچاہٹ نہ دکھاؤ تمہیں ان لوگوں پراس وقت تک رحم نہیں کھانا جب تک ہم ان کے So called عرب کلچر کا خاتمہ کر کے اس کے کھنڈرات پر اپنی عظیم الشان یہودی تہذیب و تمدن کی عمارت نہ ایستادہ کر لیں۔۔ جب تک فلسطینی بطور یہودی غلام زندگی بسر کرنا انتخاب نہیں کرتے ہم انہیں قتل کرتے رہیں گے۔۔۔ “ ۵۶۔

اکتوبر 1983ء کو تل ابیب کے میئر نے بیان دیا:

"دوسری قوموں کے بارے میں یہودی پیشگی حملوں کی اجازت دیتے ہیں جیسے فلسطینی عوام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے 1926ء میں بنجمن نیتن یاہو نے جو بعد میں اسرائیل کا وزیرا عظم بنا ، اپنی کتاب میں لکھا ہے: فلسطینی ناقابل علاج کینسر ہیں جن کا ختم ہونا ضروری ہے۔" ۵۷۔

مذکورہ بالا بحث سے یہود کا تصور جنگ واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے۔ دوسروں کو امن کی تلقین کرنے والوں کا اپنا رویہ اس کے برعکس ہے۔

قیام امن کے لیے جہاں جنگ کی اجازت و ضرورت عہدنامہ قدیم میں بیان ہوئی ہے ، وہیں اس کے لیے ضوابط و قوانین اور شرائط و قیود بھی لگائی گئی ہیں تاکہ جنگ اپنے پرامن مقاصد سے تجاوز کرتے ہوئے فساد و بگاڑ کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔

حوالہ جات

حوالہ جات

۱۔ گنتی۳،۲:۱
۲۔ گنتی۱۰:۳
۳۔یو ایل، ۳:۵
۴۔استثناء ۱۰:۲۰
۵۔ا ایل ا:۳
۶۔ایضا
۷۔استثناء ۱۰:۲۰
۸۔استثناء ۱۱:۲۰
۹۔استثناء ۱۸،۱۶:۲۰
۱۰۔یشوع ۱۵:۹
۱۱۔ استثناء ۲۰،۱۹:۲۰
۱۲۔ یضاً
۱۳۔ امثال ،۳۱:۲۱
۱۴۔امثال ،۶:۲۴
۱۵۔امثال،۱۸:۲۰
۱۶۔یشوع ۷:۱
۱۷۔خروج۱۱:۱۷
۱۸۔قضاۃ ۲:۵
۱۹۔یشوع،۳۳:۸،۶:۷،۱۳:۶
۲۰۔یسعیاہ ،۲۶:۵
۲۱۔یرمیاہ،۲۷:۵۱
۲۲۔ سموئیل ۷:۱۷

۲۳۔ سموئیل ۸:۲۰
۲۴۔ پیدائش ۲۴:۳
۲۵۔ قضاۃ ۱۶:۳
۲۶۔ زبور ۳۴:۱۸
۲۷۔ قاموس الکتاب، ص۲۹۸
۲۸۔ سموئیل ۴۰:۱۷
۲۹۔ قاموس الکتاب ص ۲۹۸
۳۰۔ یرمیاہ ۲۰:۵۱
۳۱۔ قاموس الکتاب ص۲۹۹
۳۲۔ حمیاہ ۱۰:۴۰
۳۳۔ ا۔ سموئیل ۳۸:۱۷
۳۴۔ احبار، ۳۲:۲۷
۳۵۔ ا۔ سموئیل ۶:۱۷
۳۶۔ قاموس الکتاب ص ۲۹۹
۳۷۔ زبور، ۴:۲۳
۳۸۔ احبار ۳۲:۲۷
۳۹۔ زبور، ۹:۲
۴۰۔ زبور، ۴۳:۱۸
۴۱۔ تواریخ ۱۱:۷
۴۲۔ استثناء ۱۶:۷
۴۳۔ گنتی، ۷:۳۱۔۱۱
۴۴۔ استثناء ۱۰:۲۰۔۱۵
۴۵۔ استثناء ۲:۷۔۴
۴۶۔ استثناء ۷:۳۰

۴۷۔ گنتی ۹:۳۱۔۱۱

۴۸.Bellun Justum and Bellun Legale, AJIL, P.532

۴۹۔ گنتی باب نمبر ۳۱

۵۰۔ یشوع،۶ ،۱۲۔۲۷

۵۱۔یشوع،۲۹:۸۔۱۴

۵۲۔قضاۃ، باب نمبر۱۸

۵۳۔اسرائیل شحاک/ نارٹن میزونسکی، اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی، (مترجم: محمد احسن بٹ)، ص۲۲، جمہوری پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء

۵۴۔یوسف ظفر،یہودیت فطرت و عزائم ص ۲۴۷،احمد پبلی کیشنز،لاہور۲۰۰۴ ء

۵۵۔رون ڈیوڈ،قومیں جو دھوکہ دیتی ہیں ،مترجم رضی الدین سید ،ص ۸۰، راحیل پبلی کیشنز ،اردو بازار، کراچی ۲۰۰۸ء

۵۶۔شیطانی کنیسہ ،مترجم طارق اسماعیل ساگر،ص۸۳ ،طاہر سنز لاہور

۵۷۔شیطانی کنیسہ ،مترجم طارق اسماعیل ساگر،ص۸۳ ،طاہر سنز لاہور